

1/3

30807/195



کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق

① میں رمضان میں عمرہ ادا کرنے کیلئے جا رہا ہوں۔ وہاں پر دوران طواف یا غار سے فارغ ہونے کے بعد (ریش) ٹوٹ زیادہ ہونے کی صورت میں غار پر آگے سامنے سے نزدنا اس نسبت سے کہ زیادہ انتظار نہ کرو۔ تا کہ طواف کہلے زیادہ وقت مل جائے اور زیادہ طواف کر سکو۔ تو یہ طریقہ کیسا ہے

② حرم شریف میں آگے وقف (صفا) میں خالی جگہ ہو۔ تو غار پر کاندھوں پر قدم اٹھا کر آگے جانا کیسا ہے (اسلئے کہ ہمارے زیادہ است سے ٹوٹ نہیں سمجھتے ہیں کہ ہمارے کہنے پر نہیں آگے جانے کا راستہ دیا)۔

③ گورنمنٹ سے عود یہ پاکستان کا قانون ہے کہ عمرہ پر جانے سے قبل 4 سال سے کم عمر والے ہو وہ صرف حرم عودت کیسا کہ جاسکتا ہے۔ کیلا نہیں جاسکتا۔ اور میرا عمر 22 سال ہیں۔ اب اگر بول ایجنسی والے مجھے کسی غیر حرم عودت کیسا کہ حرم بنا کر بھیج سکتا ہے۔ اور یہ طریقہ صرف وہیں ادا نہ کیلئے کرتا ہے باقی وہاں سب آگے آنا ہونگے تو اس سطح پر نہ جائیں یا نہیں۔ اور حکومت کی طرف سے کم عمری کی پابندی اسلئے ہے کہ اکثر کم عمر نوجوان وہاں چھپ کر مزدوری کرتا ہے اور میں عمر کے فوراً بعد واپس آتا ہوں۔

④ جو لوگ پاکستان سے حکومت سے چھپ کر سے عود یہ میں مزدوری لیتے جاتے ہیں اور پھر وہاں حج یا عمرہ بھی کرتے ہیں تو اسلئے یہ حج یا عمرہ جائز ہے۔

⑤ اگر کسی آدمی کی بہت سی نمازیں قضا ہوتی ہو۔ جن کی تعداد معلوم نہ ہو تو اس اسلئے طریقہ سے لوٹانا چاہیں۔ تھوڑا تفصیل کیساتھ وضاحت کرنا۔

سماوت خان چارسوی

درمیانہ معلم جامعہ دارالعلوم کراچی

0308-8899521

الجواب حامداً ومصلياً

(۱)۔ نمازی کے سامنے سے گزرنا جس طرح دیگر مساجد میں جائز نہیں ہے، اسی طرح مسجد حرام میں بھی نمازی کے سامنے سے گزرنا جائز نہیں، لیکن مسجد حرام میں چونکہ طواف کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، اور نمازیوں کے علاوہ طواف نہیں رکتا، لہذا مجبوری کی وجہ سے نمازی کے سامنے سے گزرنے کی گنجائش دی گئی ہے، تاہم اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ جس حد تک ممکن ہو تو نمازی کے سامنے سے گزرنے سے بچنا چاہئے۔

صحیح البخاری - (1 / 108)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لو يعلم المار بين يدي المصلي ماذا عليه، لكان أن يقف أربعين خيراً له من أن يمر بين يديه» قال أبو النضر: لا أدري، أقال أربعين يوماً، أو شهراً، أو سنة

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المختار) - (2 / 501)

روى «المطلب بن أبي وداعة قال رأيت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - حين فرغ من سعيه جاء حتى إذا حاذى الركن فصلى ركعتين في حاشية المطاف وليس بينه وبين الطائفتين أحد» رواه أحمد وأبو ماجه وابن حبان وقال في روايته «رأيت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يصلي حذو الركن الأسود والرجال والنساء يمرون بين يديه ما بينهم وبينه سترة.» وتمامه فيه.

مطلب في عدم منع المار بين يدي المصلي عند الكعبة. [تنبيه] قال العلامة قطب الدين في منسكه رأيت بخط بعض تلامذة الكمال بن الهمام في حاشية الفتح إذا صلى في المسجد الحرام ينبغي أن لا يمنع المار لهذا الحديث، وهو محمول على الطائفتين لأن الطواف صلاة ~~الطواف~~

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المختار) - (1 / 636)

وليس بينهما سترة» وهو محمول على الطائفتين فيما يظهر لأن الطواف صلاة، فصار كمن بين يديه صفوف من المصلين انتهى

البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطوري - (2 / 357)

إذا صلى في المسجد الحرام ينبغي أن لا يمنع المار لما روى أحمد وأبو داود عن المطلب بن أبي وداعة أنه «رأى النبي - صلى الله عليه وسلم - يصلي مما يلي باب بني سهم، والناس يمرون بين يديه وليس بينهما سترة» وهو محمول على الطائفتين فيما يظهر؛ لأن



الطواف صلاة فصار كمن بين يديه صفوف من المصلين اهـ.
ثم رأيت في البحر العميق حكى عز الدين بن جماعة عن مشكلات الآثار للطلحاوي
أن المرور بين يدي المصلي بمحضرة الكعبة يجوز.

(۲)۔۔ نمازیوں کے کندھے پھلانگ کر اگلی صف میں جانے کی صورت میں ان کو ایذا پہنچانا ہے، اور ایذا مسلم
حرام ہے، لہذا نمازیوں کے کندھے پھلانگ کر اگلی صف میں جانادرت نہیں، اور حدیث مبارکہ میں بھی اس سے منع کیا گیا
ہے۔

البتہ اگر نمازیوں کو تکلیف پہنچائے بغیر اگلی صف میں جانا ممکن ہو تو جائز ہے۔
سنن ابن ماجہ - (1 / 354)

عن سهل بن معاذ بن أنس، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من
تخطى رقاب الناس يوم الجمعة اتخذ جسرا إلى جهنم»
صحیح البخاری - (1 / 11)

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «المسلم
من سلم للمسلمون من لسانه ويده، والمهاجر من هجر ما نهي الله عنه»
شرح صحیح البخاری لابن بطلال - (1 / 62)

قال المهلب: يريد المسلم المستكمل لأموار الإسلام بخلاف قول المرجحة. والمراد بهذا
الحديث الخض على ترك أذى المسلمين باللسان واليد والأذى كله، ولنا قال الحسن
البصري: الأبرار هم الذين لا يؤذون الدّر والنمل. وقوله: تمت والمهاجر من هجر ما
نهي الله عنه

(۳)۔۔ سوال میں ذکر کردہ صورت اختیار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں غلط بیانی اور دھوکہ دہی ہے جو کہ جائز

نہیں ہے۔

صحیح البخاری - (1 / 12)

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال، وحوله عصابة من أصحابه: «بايعوني على أن
لا تشرکوا بالله شيئا، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا أولادكم [ص: 13]، ولا تأنوا
بيهتان تفترونه بين أيديكم وأرجلكم، ولا تعصوا في معروف، فمن وثق منكم فأجره
على الله، ومن أصاب من ذلك شيئا فعوقب في الدنيا فهو كفارة له، ومن أصاب من
ذلك شيئا ثم ستره الله فهو إلى الله، إن شاء عفا عنه وإيضاً عاقبه»



صحیح البخاری - (16 / 1)
 عن عبد الله بن عمرو أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " أربع من كن فيه كان منافقا خالصا، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا أؤتمن بحان، وإذا حدث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر " تابعه شعبة،
 عن الأعمش

صحیح مسلم - (977 / 2)
 عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا يحل لامرأة أن تسافر ثلاثا إلا ومعها ذو محرم منها»

سنن أبي داود - (140 / 2)
 عن أبي سعيد، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفرا فوق ثلاثة أيام فصاعدا، إلا ومعها أبوها أو أخوها أو زوجها أو ابنها أو ذو محرم منها»

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع - (120 / 5)
 عن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - أنه قال «لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر ثلاثا فما فوقها إلا ومعها زوجها أو ذو رحم محرم منها» ولأن الذي يحتاج المحرم إليه في السفر مسها في الحمل والإنزال ويحل له مسها فتحل للمسافرة معها وكذا لا بأس أن يخلو بها إذا أمن على نفسه لأنه لما حل المس فالحلوة أولى فإن خاف على نفسه لم يفعل

بيّن الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشلبي - (5 / 2)
 وأما اشتراط الزوج أو المحرم للمرأة في السفر، وهو مسيرة ثلاثة أيام فصاعدا فلقوله - عليه الصلاة والسلام - «لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفرا يكون ثلاثة أيام فصاعدا إلا ومعها أبوها أو ابنها أو زوجها أو أخوها أو محرم منها» رواه مسلم وأبو داود وقال - عليه الصلاة والسلام - «لا تسافر المرأة ثلاثا إلا ومعها ذو محرم» رواه مسلم

(۳)۔۔۔ جو لوگ غیر قانونی طور پر سعودی عرب میں مقیم ہیں، اگر وہ حج یا عمرہ ادا کرتے ہیں تو ان کا حج یا عمرہ تو ادا ہو جائے گا، لیکن غیر قانونی طور پر رہنے کی وجہ سے قانون کی خلاف ورزی کا گناہ ملے گا۔
 الفتاویٰ الهندیہ - (109 / 1)

الصَّلَاةُ فِي أَرْضٍ مَغْضُوبَةٍ جَائِزَةٌ وَلَكِنْ يُعَاقَبُ بِظُلْمِهِ فَمَا كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى



يُنَابُ وَمَا كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْعِيَادِ يُعَاقِبُ.

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المختار) - (1 / 341)

ونظيره لو صلى السنة في أرض مغموسة كان آتياً بما مع ارتكاب المنهي عنه.

المحيط البرهاني في الفقه النعماني - (2 / 219)

وفي «الأصل» أيضاً: يكره للمسافر أن يصلي على الطريق، بل ينبغي له أن يتنحى

عن الطريق؛ لأن الطريق مشغول بحق المسلمين، فهو كما لو صلى في أرض مغموسة،

الجوهرة النيرة على مختصر القدوري - (1 / 46)

وإن صلى في ثوب مغموس أو توضأ بماء مغموس أو صلى في أرض مغموسة فصلاته

في ذلك كله صحيحة

(5)۔۔۔ اگر آپ کو قضاء نمازوں کی تعداد معلوم نہ ہو تو آپ غور و فکر کر کے اندازہ لگائیں کہ کتنی نمازیں قضاء ہوئی

ہوں گی، اور پھر جتنی مقدار پر غالب گمان ہو جائے اتنی نمازوں کی قضاء کریں، اور قضاء کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ:

ہر وقتیہ نماز کے ساتھ اسی وقت کی کچھ نمازیں پڑھ لیں، واضح رہے کہ صرف فرض اور وتر کی قضاء لازم ہے، سنتوں

کی قضاء نہیں ہے۔

اگر نمازیں قضاء ہونے کے دن اور تاریخ یاد نہ ہوں، تو اس طرح نیت کر لیں کہ زندگی میں سب سے پہلے مثلاً جو فجر کی

نماز قضاء ہوئی اس کی قضاء کر رہا ہوں، اس کے بعد ہر قضاء پڑھی جانے والی نماز کے شروع میں یہ نیت کریں کہ جو قضاء کر رہا

ہوں یہ میرے ذمہ لازم قضاء نمازوں سب سے پہلی نماز ہے، مثلاً فجر کے بعد اگر قضاء نمازوں میں سے فجر کی قضاء کرنی ہو تو

یہ نیت کرے کہ تمام قضاء نمازوں میں سے سب سے پہلی نماز ہے، پھر ظہر کے بعد جب ظہر کی نماز قضاء کرے تو اس میں بھی

یہی نیت کرے کہ یہ میرے ذمہ لازم قضاء نمازوں میں سے سب سے پہلی نماز ہے، اسی طرح باقی نمازوں میں نیت کرے،

اگر اس طریقے سے تمام نمازیں ادا ہو جائیں تو ٹھیک، ورنہ جتنی نمازیں باقی رہ جائیں ان سے متعلق وصیت کر لیں کہ میری

وفات کے بعد ان باقی ماندہ نمازوں کا فدیہ ادا کر دیا جائے۔

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المختار) - (2 / 76)

(قوله كثر الفوائت إلخ) مثاله: لو فاته صلاة الخميس والجمعة والسبت فإذا قضاها

لا بد من التعيين لأن فجر الخميس مثلاً غير فجر الجمعة، فإن أراد تسهيل الأمر،

يقول أول فجر مثلاً، فإنه إذا صلاه بصير ما يليه أولاً أو يقول آخر فجر، فإن ما قبله

بصير آخر، ولا يضره عكس الترتيب لسقوطه بكثرة الفوائت. وقيل لا يلزمه

التعيين أيضاً كما في صوم أيام من رمضان واحد، ومشى عليه المصنف في مسائل شتى



آخر الكتاب تبعاً للكثير وصححه الفهستاني عن المنية، لكن استشكله في الأشباه
وقال إنه مخالف لما ذكره أصحابنا كقاضي خان وغيره والأصح الاشتراط. اهـ.

الفتاوى الهندية - (1 / 66)

ولو كانت الفوائت كثيرة فاشغل بالقضاء يحتاج إلى تعيين الظهر والعصر ونحوها
وينوي أيضاً ظهر يوم كذا وعصر يوم كذا. كذا في فتاوى قاضي خان والظهيرية وهو
الأصح. كذا في النيين في مسائل شتى فإن أراد تسهيل الأمر ينوي أول ظهر عليه.
كذا في فتاوى قاضي خان والظهيرية وهكذا في التبيين في مسائل شتى.

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع - (1 / 133)

فالخاص أنه يجب النظر إلى الفوائت فما دامت في حد القلة وجب مراعاة الترتيب
فيها، وإذا كثرت سقط الترتيب فيها؛ لأن كثرة الفوائت تسقط الترتيب في الأداء فلأن
يسقط في القضاء أولى، هذا إذا شك في صلاتين فأكثر، فاما إذا شك في صلاة

الخط البرهاني في الفقه النعماني - (1 / 533)

ثم إذا كثرت الفوائت حتى سقط الترتيب، لأجلها في المستقبل سقط الترتيب في نفسها
أيضاً حتى قال أصحابنا رحمهم الله: فيمن كان عليه صلاة شهر، فصلى ثلاثين فحراً ثم
صلى ثلاثين ظهراً هكذا بالضرورة؛ وهذا لأن الفوائت عند كثرتها لما أسقطت الترتيب
في أعيانها؛ فلأن يسقط في نفسها كان ذلك أولى، هكذا ذكر بعض مشايخنا رحمهم
الله المسألة في «شرح كتاب الصلاة»، وفي المسألة كلمات تأتي بعد هذا إن شاء الله
تعالى. واحدة فاتته ولا بدري أية صلاة هي - يجب عليه التحري لما قلنا، فإن لم يستقر
قلبه على شيء يصلي خمس صلوات ليخرج عما عليه يقين..... والله أعلم بالصواب

محمد عاصم بن عمر فاروق عثمي عن
دار الافتاء جامعة دار العلوم كراچی

٢٥ / جمادى الثاني / ١٤٣٣ هـ

١٦ / مئی / ٢٠١٣ ع

محمد عاصم بن عمر فاروق عثمي
٢٦ / ٤ / ٢٠١٣ ع



الجواب صحیح
لکر عبد المنان بن محمد
٢٦ - ٦ - ١٤٣٣ هـ

الجواب صحیح
احقر علی ربانی

٢٤ جمادى الثاني
١٣ / ٤ / ٢٠١٣ ع

